محمد اسحاق بھٹی

ایک حدیث

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلسَّاعِیْ عَلَی الْاَرْمِلَةِ وَالْمِسْكِیْنِ کَالْمُجَاهِدِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَوِ الْقَائِمِ اللَّیْلِ وَالصَّائِمِ النَّهَارِ۔

(صحیح بخاری، کتاب النفقات، باب فضل النفقة علی الاہل)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بیوہ عورتوں اور مسکین کی ضروریات کا اہتمام کرنے والے کی مثال اس مجاہد کی سی ہے جو راہِ خدا میں جہاد کرتا یا رات کو قیام کرتا اور دن کو روزہ رکھتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو مختلف مواقع پر مال و دولت خرچ کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔ بعض مقامات پر خرچ کرنے کا حکم دیا ہے اور اس کے اجر و ثواب کی وضاحت بھی فرمائی ہے۔ یعنی ارشاد فرمایا ہے کہ کس کس موقعے اور کس کس جگہ پر خرچ کرنے سے کتنا ثواب ملتا ہے اور خرچ کرنے والا رضائے الٰہی سے کس قدر بہرہ اندوز ہوتا ہے۔ اس حدیث میں بھی اس کی صراحت فرمائی گئی ہے۔

یہاں حدیث میں لفظ "الساعی" استعمال ہوا ہے، اس کا اطلاق اس شخص پر ہوتا ہے جو عمل کرنے کی کوشش کرتا، کسی کی ضرورت پوری کرنے کے لیے میدان میں اترتا، کسی حاجت مند کی حاجت روائی کا اہتمام کرتا اور مشکلات میں گھرے ہوئے لوگوں کو مشکلات و مصائب سے نکالنے کے لیے ان کی مدد کرتا ہے۔ اگر ان پر مال و دولت خرچ کرنے کی ضرورت ہو تو مال و دولت خرچ کرتا ہے اور اگر دوسرے ذرائع سے یہ مسئلہ حل ہوتا ہو تو ان سے کام لیتا ہے۔

اس حدیث میں دو قسم کے لوگوں کی ضروریات کا اہتمام کرنے کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ ایک بیوہ عورتوں کا، دوسرے مسکین کا۔ بیوہ عورت تو ظاہر ہے کہ وہ عورت ہوتی جس کا شوہر وفات پا جائے۔ لیکن "مسکین" اس شخص کو کہا جاتا ہے جو تہی کیسہ ہو اور جس کا دامن روپے پیسے سے خالی ہو، یا وہ شخص جو مالی اعتبار سے اتنی استطاعت نہ رکھتا ہو کہ اپنے اہل و عیال کی کفالت کر سکے۔ مغلوب و درماندہ

اجزو بدحال آدمی کو بھی مسکین کہا جاتا ہے۔

امام بخاری نے یہ حدیث کتاب النفقات کے جس باب میں درج کی ہے، اس کا عنوان ہے، ’’باب فضل النفقۃ علی الاھل‘‘ یعنی اپنے اہل و عیال پر مال و دولت خرچ کرنے کی اہمیت و فضیلت کا بیان — ! امام بخاری کا درحقیقت نقطۂ نظر یہ ہے کہ بیوہ عورت اور مسکین کا درجہ وہی ہے جو گھر کے ایک فرد کا ہوتا ہے۔ ان کی ضروریات کا اسی طرح خیال رکھنا چاہیے اور ان کی اسی طرح مالی امداد کرنی چاہیے، جس طرح اپنے اہل و عیال کی جاتی ہے۔ اہل و عیال کی کفالت اور ان کی بنیادی ضرورتوں کو پورا کرنا بھی فرائض میں داخل ہے اور بیوگان و مساکین کی امداد و اعانت بھی فرض ہے۔ یعنی ان کو افرادِ خانہ سمجھنا چاہیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جو شخص معاشرے کے ان طبقوں کا خیال رکھتا ہے اور ممکن حد تک ان کی مدد کرتا ہے، اجر و ثواب کے اعتبار سے اس کا مرتبہ وہی ہے جو اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے، رات کو بارگاہِ خدا میں قیام کرنے والے اور دن کو روزہ رکھنے والے کا ہے۔

اگر مسلمان معاشرے میں یہ جذبہ پیدا ہو جائے اور اس کا ہر فرد خلوصِ نیت سے غربا و مساکین اور بیوگان و مستحقین کی امداد کو اپنے لیے ضروری قرار دے لے اور ان سے اسی طرح ہمدردی کا اظہار کرے، جس طرح اپنے اہل و عیال اور اصحابِ خانہ سے کرتا ہے تو بہت سے معاشی مسائل بھی حل ہو جاتے ہیں اور معاشرے میں اونچ نیچ کا فرق بھی باقی نہیں رہتا۔

بعض لوگ بیوہ عورتوں اور مساکین و یتامیٰ کی بے شک مالی مدد کرتے ہیں لیکن ان سے اپنے بہت سے ذاتی کام بھی لیتے ہیں — یہ کسی طرح بھی مستحسن بات نہیں، اس کی حیثیت تو اجرت کی سی ہوئی۔ اُجرت دی اور کام کرایا اور ساتھ ہی احسان بھی دھرا کہ ہم فلاں بیوہ عورت یا مستحق آدمی کو اتنے روپے دیتے ہیں — جو کچھ ہو خالص رضائے الٰہی اور خوشنودیِ خدا کے لیے ہونا چاہیے۔ اس میں دنیوی لالچ اور مادی فوائد کی کوئی بات نہیں ہونی چاہیے۔ اگر یہ جذبہ کارفرما ہو تو اجر و ثواب کی مقدار وہی ہوگی جو حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی ہے۔ یعنی یوں سمجھیے کہ وہ شخص اللہ کی راہ میں مخالفینِ اسلام سے جہاد کرتا ہے، رات کو قیام کرتا اور اللہ کے حضور سجدہ ریز ہوتا ہے اور دن کو رضائے الٰہی کے حصول کے لیے روزہ رکھتا ہے۔

فلسفه و کلام

جمیل